(1962_2_813_822)

5 مئی 1961

ازعدالت الاعظمیٰ

کرشنا مورتھی واسودیوراؤ دیش پانڈے اور دیگر

بنام

دھروواراج

(کے۔سباراؤ اور رگھوبردیال، جسٹسز)

ہندو قانون۔مشترکہ خاندان۔گود لینا۔گود لینے والے باپ کی موت کی تاریخ سے متعلق گود لینے والے بیٹے کے حاصل کردہ حقوق۔جائیداد۔شریک پارسنر کی جانشینی۔اگر مکمل طور پر وراثت میں ملے یا اس سے انکار کے تابع ہوں۔

مدعا علیہ کو ایک بیوہ نے اپنے شوہر کی موت کے تقریباً 63 سال بعد گود لیا تھا۔شوہر نے اپنے والد 'این' کو پہلے ہی چھوڑ دیا تھا اور اس کے پیچھے مذکورہ بیوہ اور دو بہنیں کے اور ایس چھوڑی تھیں۔این کی موت کے بعد کے اور ایس کو مساوی حصے میں وراثت میں ملا تھا۔کے کی موت پر اس کا بیٹا کامیاب ہوا، اور اس کی موت پر اس کے دو بیٹے کامیاب ہوئے، موجودہ اپیل گزار اس کے حصے میں آئے۔

مدعا علیہ نے درخواست گزاروں سے جائیدادوں کی وصولی کے لئے مقدمہ دائر کیا اور الزام عائد کیا کہ غیر منقولہ جائیدادیں بالترتیب ان کے گود لینے والے والد اور دادا کے مشترکہ خاندان کی ملکیت کی تھیں اور ان کے ماتحت تھیں۔درخواست گزاروں نے مدعا علیہ کے جائیدادوں کے حق سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی دادی ان جائیدادوں کی مکمل مالک ہیں اور اس طرح وہ ایک نئی جائیداد بن گئی ہیں اور انہیں یہ جائیدادیں اپنے والد سے وراثت میں ملی ہیں جن سے انہیں ان کی دادی نے الگ تھلگ کر دیا تھا۔

ہائی کورٹ نے کہا کہ کے کی جانب سے اپنے بیٹے سے اپنے حصے کی مبینہ علیحدگی مدعا علیہ پر لازم نہیں ہے اور مزید کہا کہ مدعا علیہ درخواست گزاروں کو ان جائیدادوں سے محروم کر سکتا ہے جو مدعا علیہ کے گود لینے والے دادا کی تھیں۔

سوال یہ تھا کہ کیا مدعا علیہ اپنے گود لینے والے والد اور دادا کی جائیدادوں سے اپیل کنندگان کو الگ کر سکتا ہے۔

اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ جب کوئی شخص جائیداد کا مالک ہو تو گود لینے پر نہ صرف یہ لقب بلکہ اس کے ماتحت دعویٰ کرنے والے تمام افراد کا لقب بھی گود لینے پر ختم ہو جائے گا۔

اکلوتے زندہ شریک وارث کے جانشین کو جائیداد مکمل طور پر وراثت میں ملتی ہے لیکن اس کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے، اور جائیداد کی روشنی اس کے وارثوں پر منتقل ہوتی ہے جو اس جائیداد کو مکمل طور پر لے لیں گے، لیکن پھر بھی اس سے بہتر ملکیت وراثت میں نہیں مل سکتی تھی، کیونکہ جائیداد کا کردار شریک ملکیت سے خود حاصل شدہ جائیداد میں تبدیل نہیں ہوتا ہے، جب تک اس بات کا امکان موجود تھا کہ آخری زندہ رہنے والے شریکپارسنر کے خاندان کی ایک بیوہ اپنے مردہ شوہر کے بیٹے کو گود لے کر کو پارسینری میں ایک رکن کو شامل کر کے مطلق لقب سے محروم ہو جائے۔

شری نواس کرشنا راؤ کانگو بمقابلہ نارائن دیوجی کونگو اور دیگر (1955) 1 ایس جی آر 1، نے درخواست دی۔

رام چندرا ہنمنت کلکرنی بمقابلہ بالاجی دتو کلکرنی، آئی ایل آر 1955 بمبئی 837، نے اس سے انکار کیا۔

امریندرا مان سنگھ بمقابلہ سناتن سنگھ، 60 آئی اے 242 پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

اننت بھیکپا پاٹل (مائنر) بمقابلہ شنکر رام چندر پاٹل 70 آئی اے 232 پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: 1957 کی دیوانی اپیل نمبر 499۔

17 اگست 1954 کو بمبئی ہائی کورٹ کے فیصلے اور حکم نامے کے خلاف اپیل 1950 کی اپیل نمبر 236 میں کی گئی۔

اپیل کنندگان کی طرف سے پرشوتم تریکم داس، این ایس انیکھند ا اور ایم ایس کے شاستری شامل ہیں۔

جواب دہندہ کی طرف سے کے آر بینگری اور اے جی رتنا پارکھی۔

5 مئی 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس رگھو بر دیال ۔ آئین کے آرٹیکل 133 کے تحت سرٹیفکیٹ پر یہ اپیل یہ سوال اٹھاتی ہے کہ کیا مدعا علیہ دھرو راج اپنے گود لینے کے بعد اپنے گود لینے والے والد اور دادا کی جائیدادوں سے اپیل کرنے والوں کو الگ کر دیتا ہے۔

اس سوال کو جنم دینے والے حقائق درج ذیل ہیں: جواب دہندہ کے والد بانڈی گوڈا کا انتقال 1882 میں ہوا تھا، جس سے پہلے ان کے والد نرسپا گوڈا کا انتقال ہوا تھا، جو بعد میں 1892 میں فوت ہو گئے تھے۔ بانڈی گوڈا نے اپنی بیوہ تنگ بائی کو چھوڑ دیا، جنہوں نے 31 جولائی، 1945 کو دھرو راج کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔

نرسپا گوڈا نے اپنی موت کے بعد دو بیٹیوں، کرشنا بائی اور شیاما بائی عرف چماوا کو چھوڑ دیا۔ دونوں بہنیں برابر کے حصص میں اپنے والد کی جائیداد میں کامیاب ہوئیں۔ اب ہم شیاما بائی کے حصے کے بارے

میں فکر مند نہیں ہیں، اس کے سلسلے میں مدعا علیہ کا مقدمہ خارج کر دیا گیا ہے۔

کرشنا بائی کا انتقال 21 اکتوبر 1933 کو ہوا۔ ان کا بیٹا واسپا، ان کا جانشین بنا اور 20 فروری کو ان کا انتقال ہو گیا۔ 1934ء میں دو بیٹوں کرشنا مورتی اور سبسجی کو چھوڑ کر مدعا علیہ دھرو راج نے دونوں درخواست گزاروں سے جائیداد کی بازیابی کے لئے مقدمہ دائر کیا اور الزام عائد کیا کہ غیر منقولہ جائیدادیں پہلے مذکورہ بالا نرسپا گوڈا پاٹل اور باندی گوڈا پاٹل کے مشترکہ خاندان کی ملکیت تھیں۔ مقدمہ اس اعلان سے بھی متعلق ہے کہ مدعی نارسپا گوڈا کے قریبی رشتہ دار کے طور پر ہومبل گاؤں کے سلسلے میں ''پاٹلکی'' حقوق کا حقدار ہے۔ درخواست گزاروں نے مدعا علیہ کے جائیدادوں کے حقوق سے انکار کرتے ہوئے دلیل دی کہ کرشنا بائی جائیدادوں کی مکمل مالک ہیں اور اس طرح نسل کا ایک نیا ذخیرہ بن گئی ہیں اور اپیل کنندگان کو یہ جائیدادیں اپنے والد واسپا سے وراثت میں ملی تھیں جن کو کرشنا بائی نے 1930 میں الگ تھلگ کر دیا تھا۔ ہائی کورٹ نے کہا کہ کرشنا بائی کی جانب سے 1930 میں واساپا کو اپنے حصے کا مبینہ طور پر الگ تھلگ کرنا مدعا علیہ پر لازم نہیں تھا کیونکہ یہ غیر منقولہ جائیدادوں کا تحفہ تھا اور رجسٹرڈ دستاویز کے ذریعہ نہیں کیا گیا تھا۔ عدالت نے مزید کہا کہ مدعا علیہ درخواست گزاروں کو ان جائیدادوں سے محروم کر سکتا ہے جو مدعا علیہ کے گود لینے والے دادا کی تھیں اور اس جائیداد کے بارے میں ٹرائل کورٹ کے حکم کو برقرار رکھا جو کرشنا بائی کے والد کی موت کے بعد ان کے قبضے میں چلی گئی تھی۔

اس عدالت نے ایک گود لیے ہوئے بیٹے کے حقوق کو اس کے گود لینے والے والد کی جائیداد کے حوالے سے غور کیا، جس میں سلیر ینیواس کرشنا راؤ کے سی ایم گو بمقابلہ نارائن دیوجی کانگو اور دیگر (1955) 1 ایس سی آر) شامل ہیں۔ اس معاملے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے جن اصولوں کا خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

(1) گود لیے گئے بیٹے کو اس بنیاد پر اختیار کرنے کا حق دیا جاتا ہے کہ وہ گود لینے سے پہلے حاصل کیے گئے حقوق کو اس بنیاد پر واپس لے سکتا ہے کہ قانون کی نظر میں اس کے گود لینے والے والد کی موت کی تاریخ سے متعلق ہے، اسے بعد از مرگ بیٹے کے عہدے پر رکھا گیا ہے۔

(2) ترجیحی وارث کی حیثیت سے گود لیا ہوا بیٹا اپنی ماں کو اپنے گود لینے والے باپ کی جائداد سے محروم کر دیتا ہے۔ اور (ب) اپنی گود لینے والی ماں کو اس جائداد سے الگ کر دیتی ہے جو اسے اپنے بیٹے کی وارث کے طور پر ملتی ہے جو اس کے شوہر کی موت کے بعد فوت ہو گیا تھا۔

(3) ایک شریک حیات اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک کہ ایک کو پارسنر کی بیوہ موجود ہے جو گود لے کر بیٹے کو وجود میں لانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور اگر بیوہ نے گود لیا ہو تو گود لیے گئے بیٹے کے حقوق وہی ہیں جیسے وہ اس وقت موجود تھا جب اس کے گود لینے والے والد کا انتقال ہوا تھا اور یہ کہ اس کا کو پارسنر کا لقب آخری شریک حیات کا وارث ہونے کا دعویٰ کرنے والے کسی بھی شخص کے لقب کے مقابلے میں غالب ہے۔

(4) رشتہ واپس لینے کا اصول صرف اس صورت میں لاگو ہوتا ہے جب گود لیے گئے بیٹے کا دعویٰ اس کے گود لینے والے باپ کی جائداد سے متعلق ہو۔ جائداد یقینی اور متعین ہو سکتی ہے، جیسے کہ جب وہ جائیدادوں کا واحد اور مطلق مالک ہو، یا اس میں اتار چڑھاؤ ہو سکتا ہے جیسے کہ وہ ایک مشترکہ ہندو خاندان کا رکن ہو جس میں شریک حیات کے مفادات موت سے بڑھ سکتے ہیں یا پیدائشی طور پر کم ہو سکتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں، یہ گود لینے والے باپ کا مفاد ہے جسے گود لیا ہوا بیٹا اپنی موت کی تاریخ کے مطابق لینے کا حق دار قرار دیا جاتا ہے۔ رشتہ داری کے اس اصول کا اطلاق اس وقت نہیں ہو سکتا جب گود لیے ہوئے بیٹے کا دعویٰ اس کے گود لینے والے باپ کی جائداد سے نہ ہو بلکہ ضمانت سے ہو۔ ضمانت کی جائداد کے حوالے سے دعوے کے حوالے سے، حکمرانی کا اصول یہ ہے کہ وراثت کبھی بھی تعطل کا شکار نہیں ہو سکتی ہے، اور یہ کہ ایک بار جب یہ کسی ایسے شخص پر منتقل ہو جائے جو قانون کے تحت قریب ترین وارث ہے، تو اس کے بعد اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جب کسی دوسرے شخص کی جائداد کی جانشینی شامل ہوتی ہے تو اس میں گود لینے والے باپ کا اصول شامل ہوتا ہے، تو اس اصول کا اطلاق رشتہ واپس کرنے کا اصول نہیں ہوتا بلکہ یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وراثت کو ایک بار حاصل کرنے کے بعد اسے واپس نہیں کیا جا سکتا۔

(5) جائداد گود لینے والے باپ کی جائداد ہے جو بھی اس کے ہاتھ میں ہو، یعنی چاہے وہ مطلق مالک ہو یا محدود مالک کے ہاتھ میں ہو۔ کوئی بھی شخص جو گود لینے والے باپ کی جائداد کا وارث ہوتا ہے وہ اس کا

وارث ہوتا ہے، قطع نظر اس کے کہ وراثت کئی افراد سے گزری ہو، ہر ایک پچھلے مالک کا وارث ہے۔ اس عدالت نے امریندر مان سنگھ بمقابلہ سناتن سنگھ (1923) ایل آر 60 آئی اے 249) کے معاملے پر غور کیا جو زمینداری سے متعلق تھا۔ اس کے آخری مالک راجا بھو دیندر تھے 10 دسمبر 1922ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک ضمانتی، بنملیا، جائیداد میں کامیاب رہی کیونکہ خاندانی رواج خواتین کو راج میں کامیاب ہونے سے روکتا تھا۔ 18 دسمبر، 1922 کو بھو دیندر کی ماں، اندومتی نے امریندر کو اپنے شوہر برجندر کو گود لیا۔ اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا سوال یہ تھا کہ کیا امریندر بنملیا کو جائیداد سے الگ کر سکتے ہیں، اور اس کا جواب عدالتی کمیٹی نے مثبت انداز میں دیا۔ اس عدالت نے صفحہ 19 پر کہا:

"دعویٰ کیا گیا ہے کہ جائیداد ان کے گود لینے والے والد برجیندر کی تھی، اور اگر گود لینا بالکل بھی جائز تھا، تو اس کا تعلق برجیندر کی موت کی تاریخ سے ہے، اور اس نے امریندر کو بنملائی سے الگ کرنے کے قابل بنا دیا۔

جائداد کے آخری مالک برجیندر نہیں تھے، جو گود لینے والے والد تھے، بلکہ تھے۔ بھو دیندر، جسے گود لینے والا بھائی کہا جا سکتا ہے۔ ان کے ہاتھ میں جو جائداد ہے، اسے گود لینے والے باپ برجیندر کی جائداد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس عدالت نے اس آسانی میں فیصلے کے بارے میں کہا:

"یہ فیصلہ زیادہ سے زیادہ اس پوزیشن کے لئے ایک اتھارٹی کے طور پر لیا جا سکتا ہے کہ جب اے کو گود لیا جاتا ہے، تو گود لیا ہوا بیٹا نہ صرف اس صورت میں اے کی جائیداد کی بازیابی کا حقدار ہوتا ہے جب یہ اس کی بیوہ کو دیا گیا ہو جو گود لیتی ہے بلکہ اس کے کسی دوسرے وارث کو بھی۔ اس دلیل کے لئے کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ بی کی جائیداد کی بازیابی کا حقدار ہے جو اے کو گود لینے سے پہلے اس کے وارث کو سونپی گئی تھی۔

بھو در کے وارث بنملائی کو برجیندر کا بھی وارث مانا جاتا تھا۔

اننت بھیکپا پاٹل (نابالغ) بمقابلہ شنکر رام چندر پاٹل ((1933 ایل آر 70 آئی اے 232) کے معاملے پر غور کرتے ہوئے، اس عدالت نے صفحہ 24 پر مشاہدہ کیا:

”جب گود لینے والے یا علیحدہ ہونے والے کسی رکن کی بیوہ کی طرف سے گود لیا جاتا ہے تو گود لیے گئے بیٹے کا یہ حق کہ گود لینے والے باپ کی موت کی تاریخ کے مطابق جائیداد کا دعویٰ کرے، اس حد سے مشروط ہے کہ گود لینے کی تاریخ سے پہلے کی گئی علیحدگی اس پر لازم ہے۔ اگر وہ جائیداد پر پابند مقاصد کے لئے تھے۔ اس طرح، محدود مالکان سے منتقل ہونے والے خواہ وہ بیوائیں ہوں یا مشترکہ خاندان میں شریک سرپرست ہوں، مکمل طور پر محفوظ ہیں۔ لیکن کسی ضمانت سے وراثت میں ملنے والی جائیداد کے بارے میں ایسا کوئی تحفظ موجود نہیں ہے، کیونکہ اگر گود لیا ہوا بیٹا اس جائیداد کو واپس کرنے کے لئے تعلقات کے نظریے پر حق دار ہے تو میسن ہولڈر کی حیثیت ایک مالک کی ہوگی جو گود لینے کے بعد ناقابل قبول لقب رکھتا ہے، اور اس طرح گود لینے کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس لقب کو اور اس کے ماتحت دعوی کرنے والے تمام افراد کو ختم کر دیا جائے۔ اس سے اجنبیوں کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ ضرورت یا فائدے کی بنیاد پر علیحدگی کی حمایت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ان مشاہدات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر اے ایسی جائیداد کا مالک ہے جس کے پاس گود لینے پر کوئی ملکیت نہیں ہے تو نہ صرف یہ لقب بلکہ اس کے ماتحت دعویٰ کرنے والے تمام افراد کا لقب بھی گود لینے پر ختم ہو جائے گا۔

موجودہ حالات میں کرشنا بائی اپنے والد نرسپا گوڈا کی موت کے بعد اس جائیداد کی مکمل مالک تھیں، ہندو قانون کے مطابق، جس علاقے میں مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ لیکن بانڈی گوڈا کی بیوہ، تنگا بائی کو ان کا لقب ناقابل قبول تھا، جنہوں نے اپنے شوہر سے ایک بیٹا گود لیا تھا۔ واسپا اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کو کرشنا بائی کی یہ جائیداد وراثت میں ملی۔ درخواست گزاروں نے کرشنا بائی کے تحت دعویٰ کیا۔ لہٰذا تو نگا بائی کے ذریعے بیٹے کو گود لینے پر ان کا یہ دعویٰ ناقابل عمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کرشنا بائی کو اپنے والد کی جائیداد وراثت میں ملی تھی، اس سے تنگا بائی کے ذریعے بیٹے کو گود لینے کے بعد لقب کو شکست دینے کے سوال پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ درخواست گزاروں کے مشورے کے مطابق جائیداد کا کردار اس وقت تک تبدیل نہیں ہوتا، جب تک کہ فیملی کی بیوہ، تنگا بائی موجود ہیں اور ایک ایسے بیٹے کو گود لینے کی اہلیت رکھتی ہیں جو کو پارسنر بن جائے۔

گود لیے گئے بیٹے کی جانب سے ضمانت کے وارث کو طلاق دینے کا دعویٰ کرنے کا معاملہ، جو گود لینے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا، اس جائیداد کا دعویٰ کرنے کے معاملے سے مختلف ہے جو اصل میں گود لینے والے والد کی ملکیت تھی لیکن گود لینے سے پہلے ہونے والی ضمانت کی موت کے بعد اس کی موت ہو گئی تھی۔ پہلے معاملے میں، دعوی ضمانت کی جائیداد پر ہوتا ہے، جبکہ مؤخر الذکر معاملے میں یہ گود لینے والے باپ کی جائیداد پر ہوتا ہے، جو حالات کے زور پر، ضمانت کے ہاتھوں سے گزر گیا تھا۔

اب ہم بمبئی ہائی کورٹ کے فل بنچ کیس، رام چندر ہنمنت کلکرنی بمقابلہ بالاجی دتو کلکرنی (آئی ایل آر 1955 بمبئی 837) پر غور کر سکتے ہیں، جس نے فوری معاملے میں فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔ فل بنچ کے فیصلے کے لئے جو سوال تیار کیا گیا تھا وہ یہ تھا:

"اگر کسی واحد زندہ ساتھی کی موت کے بعد اس کی جائیداد وراثت کے ذریعہ اس کے وارث کو منتقل کر دی گئی ہے اور اس کی موت کے بعد اس نے اپنے وارث کو سونپ دیا ہے، تو کیا اس کے بعد واحد زندہ شریک پارسینر کے خاندان میں گود لینے سے اسے ایسے وارث سے الگ کر دیا جائے گا؟"

سوال کے فیصلے پر اثر انداز ہونے والے حقائق درج ذیل تھے: رام چندر اور بالاجی بھائی تھے۔ رام چندر کا انتقال 10 اکتوبر 1903 کو ہوا اور ان کی بیوہ تارا بائی کا دو دن بعد انتقال ہو گیا۔ رام چندر کی زندگی میں ہی ان کے بیٹے ہنمنت کی موت ہو گئی تھی، اور ان کے پیچھے ان کی بیوہ سیتا بائی رہ گئی تھیں۔ تارا بائی کی موت کے بعد رام چندر کی وطن کی جائیداد بالاجی کو منتقل ہو گئی۔ بالاجی کی موت کے بعد، یہ ان کے بیٹے دتو پر منتقل ہوا جو 1916 میں فوت ہو گیا تھا۔ ان کی موت کے بعد جائیداد ان کے بیٹے بالاجی کو سونپ دی گئی۔ ہنمنت کی بیوہ سیتا بائی نے 21 جنوری 1946 کو مدعی رام چندر کو گود لیا تھا۔ اس کے بعد رام چندر نے دتو کے بیٹے بالاجی کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور دعویٰ کیا کہ جو جائیداد اصل میں ان کے گود لینے والے خاندان کی تھی، اس بنیاد پر کہ وہ گود لینے کی بنیاد پر اسے وصول کرنے کے حقدار ہیں جو ان کے گود لینے والے والد کی موت کی تاریخ سے متعلق ہے۔

چاگلہ، سی جے نے مذکورہ کیس میں عدالت کا فیصلہ سناتے ہوئے اس سوال کے جواب میں کہا کہ خاندان میں گود لینے کے بعد واحد زندہ رہنے والے شریکپارسنر جائیداد کو فروخت نہیں کریں گے، یہ فرض کرتے ہوئے کہ گود لینے والے دادا رام چندر اپنی ہی شاخ کے واحد زندہ شریکپارنر تھے اور ان کی موت کے بعد جائیداد دتو اور پھر بالاجی کو منتقل کر دی گئی۔ فاضل چیف جسٹس نے اصولی طور پر سوال پر غور کرتے ہوئے صفحہ 851 پر کہا:

"...اور اس لئے یہ اچھی طرح سے طے شدہ ہے کیونکہ پریوی کونسل نے اننت بمقابلہ اننت کا فیصلہ کیا ہے۔ شنکر کا کہنا ہے کہ دتو کو یہ جائیداد وراثت میں ملی ہے، اگر ممکنہ ماں سیتا بائی نے رام چندر کی فیملی میں بیٹے کو گود لے لیا، تو یہ جائیداد نافذ ہو جائے گی۔

انہوں نے صفحہ نمبر 852 پر لکھا ہے:

انہوں نے کہا، بالاجی اپنے والد دتو کی جائیداد میں کامیاب ہو گئے ہیں اور مدعی جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ رام چندر کی جائیداد نہیں بلکہ دتو کی جائیداد ہے جو بالاجی کو ان کے بیٹے کے طور پر وراثت میں ملی ہے۔ لہذا، واقعی، مدعی دتو کو اپنے دادا کے ترجیحی وارث کے طور پر بے دخل کر دیتا۔ لیکن یہ سمجھنا مشکل ہے کہ جب ہم دتو کے وارث کے ہاتھوں میں جائیداد کا معاملہ کر رہے ہیں تو اس اصول کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دتو کی جائیداد میں مدعی بالاجی کا وارث ہے، اور اصل میں مدعی بالاجی کو ہٹانے اور یہ دلیل دینے کا دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ دتو کا وارث ہے۔

چنانچہ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا:

لہٰذا، ہماری رائے میں، ایک بار جب یہ اصول مان لیا جاتا ہے، جیسا کہ حقیقت میں یہ تسلیم کیا جانا چاہیے، کہ جو جائیداد دتو نے رامیہند را سے وراثت میں حاصل کی تھی، وہ مکمل طور پر ایک مکمل مالک کے طور پر ان کے پاس تھی، تو پھر اس دلیل کو قبول کرنا ناممکن ہے کہ بالاجی کو اس جائیداد کو کچھ حدود کے تحت وراثت میں ملا تھا۔ جب تک دتو زندہ تھا تب تک اس کی ناکامی کا امکان برقرار رہا۔ جب جھوٹ مر گیا تو اس نے اپنی جائیداد، جو اس کی مطلق ملکیت تھی، اپنے وارث کے حوالے کر دی اور اصولی طور پر اس بات کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ دتو کے وارث کی حیثیت سے بالاجی کو وراثت میں ملنے کے بعد بھی اس جائیداد کو جاری رکھا جائے۔

ہم فوری طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نتیجہ اس بات کے خلاف ہے جو اس عدالت نے شری نواس کرشن راؤ کانگو کیس ((1955) 1 ایس سی آر 1) میں کہا تھا۔

اس بات کونظر انداز کر دیا گیا ہے کہ اکلوتے زندہ شریک حیات کو ملنے والے وارث کو جائیداد مکمل طور پر وراثت میں ملتی ہے، لیکن اس سے مشروط ہے، اور یہ کہ جائیداد کا حق اس کے وارث کو تفویض ہوتا ہے، جسے اس کے نتیجے میں اس جائیداد کو مکمل طور پر لینا پڑتا ہے، لیکن پھر بھی اس سے بہتر لقب وراثت میں نہیں مل سکتا تھا جب تک کہ کسی خاندان کی بیوہ کی طرف سے طلاق یا مطلق لقب کا امکان موجود نہ ہو۔ آخری زندہ کو پارسنر نے اپنے مردہ شوہر سے ایک بیٹے کو گود لے کر کو پارسینری میں ایک رکن کو شامل کیا، اور شری نواس کرشنا راؤ کونگو کے کیس (1955) 1 ایس سی آر 1) میں اس عدالت کی طرف سے اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا تھا، اسے نظر انداز کرنا، اگرچہ ایک فیصلے کے طور پر نہیں، بلکہ اس معاملے میں فیصلہ کرنے کی دلیل کے طور پر۔

لہٰذا ہماری رائے ہے کہ یہ اپیل ناکام ہونی چاہیئے اور اس کے مطابق اس اپیل کی قیمت کے ساتھ اسے خارج کر دیا جانا چاہیئے۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Sheikh Javiad Alam
2024.06.12 15:08
I am the author of this document